سکھ۔پختون دشمنی کی ابتداء۔جنگ پیر سباق ۱۸۲۳ء کا تنقیدی وتاریخی جائزہ

ڈاکٹر سید وقار علی شاہ*

ارشد محمد†

Abstract

The North West Frontier of India played a significant role throughout the History of subcontinent. Due to its geographical importance and strategic location it attracted a bulk of invaders since time immemorial. Similarly the area remained an important region of Afghanistan. Peshawar remained as the winter capital of the Durrani's empire. Later on the area was snatched by the Sikh durbar Ruler Ranjit Singh in1818's. A battle was fought in March 1823 at Pirsabaq. The Pakhtuns were led by a descendent of Syed Ali Termedhi popularly known as Pir Baba, by Syed Akbar Shah of Sithana. The Sikhs were commanded by Akali Phula Singh, and by French commanders General Allard, and Ventura. The Sikhs occupied the Peshawar region till the downfall of the Lahore Durbar 1849. The battle of Pirsabaq was of much importance and significance. It was during this battle that the Pakhtuns' lost Peshawar till their independence of 1947. The battle played a crucial point in the history of the Pakhtuns. The battle heralded the end of the Afghans sway and ushered a new era of Sikhs over-lordship on the frontier settled areas. It shattered the Pakhtuns confidence on the Afghan monarchs. In turn it badly affected the image of Barakzai Family. The Pakhtuns of the frontiers increased resistance to encroachment on their territories on their own part. It

---

* *Assistant Professor, Department of History, University of Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa*

† *Assistant Professor, Department of History, Govt Post Graduate College, Swabi, Khyber Pakhtunkhwa*

developed the political, social and economic orientations of the Pakhtuns towards the sub-continent. The present study aims to elaborate the historical battle of Pirsabaq as the turning point and its importance for the Pakhtuns of present day Khyber Pakhtunkhwa. The battle also marked as watertight difference in the attitude of the Pakhtuns' towards Afghanistan and its Duranni rulers.

Key Words: Pakhtuns, Sikh, Jihad, Duranni, Pirsabaq. Ulema. Yousafzais.

تلخیص

شمال مغربی سرحدی علاقہ (موجودہ خیبر پختونخوا) ہندوستان کے سیاسی اور تاریخی لحاظ سے بہت اھمیت کا حامل ہے۔ یہ علاقہ زمانہ قدیم سے مختلف فاتحین کے لیے راستہ اور فوجی کمک مہیا کرتا رہا ہے۔ ابتداء سے یہ علاقہ صوبہ پنجاب کا حصہ رہا اور کچھ عرصے کے لیے یہ علاقہ افغانستان کے بھی زیر تسلط رہا ہے۔ اور پشاور درانی خاندان کا موسم سرما کا دارالخلافہ بھی رہ چکا ہے۔ پنجاب کا لفظ فارسی زبان کے الفاظ پنج اور آب سے اخذ کیا گیا ہے جس کا معنی بالترتیب پانچ پانی ہے یعنی کہ پانچ دریا۔ ان پانچ دریاؤں میں جہلم، چناب، راوی، بیاس اور ستلج شامل ہیں۔ [1] پنجاب کی سرحد مختلف وقتوں میں تغیر و تبدل کا شکار ہوتی گئی۔ مثال کے طور پر مورین (Maurian) کے وقت (۱۸۵۔ ۳۲۱ ق۔م) میں پنجاب کی سرحد ہندوکش کے پار تھی۔ دہلی سلطنت (۱۵۲۶۔۱۱۷) میں پنجاب کی سرحد پشاور تک محدود ہو گئی تھی۔ اور مغلیہ دور کے آخری سلاطین کے ادوار میں اس کو لاہور اور ملتان میں تقسیم کیا گیا تھا اور پھر لارڈ کرزن نے اس صوبے کو انتظامی سہولیات کی خاطر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اور پھر ۱۹۰۱ میں شمال مغربی سرحدی صوبہ وجود میں آگیا۔ [2]

پنجاب نے اپنی زرخیزی کے ساتھ ساتھ مختلف مکاتیب فکر کو بھی جنم دیا ہے۔ جس میں ایک سکھ قوم اور ان کی تعلیمات بھی ہیں۔ سکھ لفظ سنسکرت زبان کے لفظ سسیا یا ششیئے (shishy, sishya) سے اخذ کیا گیا ہے جس کا معنی ہے شاگرد، مرید یا ایک تابعدار حامی۔ سکھ مذہب کے بانی گرونانک جی ۱۵ اپریل ۱۴۶۹ ء کو پنجاب کے ایک گاؤں تلونڈی میں پیدا ہوئے جو کہ اب ننکانہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ [3]

سکھ مذہب کی ابتدا گرونانک جی نے کی تھی ۔جو کہ مغل بادشاہ بابر کے ھم عصر تھا۔چونکہ مغل اور سکھ ایک دوسرے کے قریب قریب پھل اور بڑھے اس لیے دونوں نے ایک دوسرے کو بہت حد تک اثر انداز کردیا۔گورونانک بھکتی تحریک سے بھی بہت حد تک متاثر ہوچکا تھا۔ان کے بعد مختلف گروگدی نشین ہوئے اور سب نے اپنے اپنے وقت کے مطابق تعلیمات دیں۔گورونانک کے بعد گوروآنگد گدی نشین ہوااور گورومکھی کاآغاز بھی کردیا Guru Angad modified the existing Punjabi alphabet ,hence it came to be known as Gurumukhi. "Spoken through the mouth of Guru"[4].

اس کے بعد گوروآمرداس ۱۵۵۲ء میں گدی نشین ہوا۔گوروامرداس نے ستی کے رسم کاپرزور طور پر مخالفت کی کیونکہ ان کے مطابق "She is the true sutti whom grief, not flames, consume."[۵]

گوروامرداس نے سکھ مت کوایک علیحدہ درجہ دیااور سکھ مت کی پرچار کے لیے مختلف قسم کے گروپ بنائے۔غریبوں کے لیے پانی کے کنویں بھی بنائی۔آپ ۱۵۷۴ میں انتقال کرگیے۔آپ کے بعد رام داس گدی نشین ہوا۔انہوں نے رامداس پور کے شہر کابنیادرکھاجوکہ بعد میں آمرتسر کے نام سے مشہور ہوا۔ انہوں نے آمرتسر کے شہر کو تجارعت کاایک مرکزبنایا۔آپ کاانتقال ۱۵۸۱ء میں ہوئی۔بعض مورخین کااس بارے میں اختلاف ہیں کہ آمرتسر کے شہر کی بنیاد گوروامرداس نے رکھی ہیں۔[6]

گوروآمرداس کے بعد اسکابیٹاارجن گوروبنا۔انہوں نے Golden Temple کی بنیادرکھی۔اور رام داس پور کوآمرتسر کانام دے دیا۔اکبر کے دورحکومت میں سکھ مت کو بہت ترقی ملی۔کیونکہ اکبر نے دوسرے مذاہب کی طرف صلح کل کی پالیسی اختیار کی تھی۔اکبر نے گوروارجن کے کہنے پرایک سال کاٹیکس معاف کرادیاکیونکہ اس سال بہت سخت قحط سالی ہوگیٔ تھی۔[7]

بدقسمتی سے اکبر کے علاوہ سکھ گروؤں کے ساتھ مغل فرمارواؤں کے تعلقات کبھی مثالی نہیں رہے۔ جہانگیر نے پانچویں گرواورآٹھویں گروکواورنگزیب کے ادوار میں قتل کردیاگیاتھا۔جس کی وجہ سے سکھ قوم ایک جنگجو قوم بن گیا۔

اس کے بعد آخری گرو گوبند سنگھ نے اپنی مذہبی کتاب گرنت صاحب کو سکھوں کا مستقل گرو مقرر کر دیا تھا۔اور یہ کہہ دیا کہ آج کے بعد سکھ قوم اس کتاب ہی سے اپنی رہنمائی حاصل کریں گے۔۱۸۳۴ کے آغاز میں کفور سنگھ نے سکھ قوم کو دو بڑے گروپوں میں تقسیم کر دیا۔اوّل تجربہ کار گروپ جس میں شامل سکھوں کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہوا کرتی تھی اور دوسرا جوان گروپ کہ جس میں شامل سکھوں کی عمر چالیس سال سے کم ھوا کرتی تھی۔[8]

اس کے بعد کفور سنگھ نے سکھوں کو بارہ مثلوں یا گروپوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک مثل کا اپنا سربراہ علاقہ اور ایک مخصوص نشان ہوا کرتا تھا۔ گروپ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

بھنگی مثل

رام گڑھی مثل

کنہیا مثل

ڈلی والی مثل

نشان والی مثل

سنگھ پوریاں مثل

کروڑی مثل

شہید.بنگیوں کی مثل

پھلکیوں کی مثل

آلو والی مثل

نلکیوں کی مثل

سکرچکیہ مثل[9]

رنجیت سنگھ کے آباواجداد کا تعلق سکر چک گاؤں سے تھا۔اور اسی مناسبت سے انھوں نے اپنی مثل کا نام سکرچکیہ رکھا۔راجہ رنجیت سنگھ کا دادا چراٹ سنگھ اپنے زمانے کا مشہور جنگجو گزرا تھا۔[10] چراٹ سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مہان سنگھ اس کا وارث بنا۔اور اپنی مثل کی باگ ڈور سنبھالی۔ اپنی فوج کی تعداد کو ۶۰۰

تک پہنچایا۔اس سے دوسرے سکھوں کے دلوں میں حسد بھی پیدا ہوا۔ مہان سنگھ کا انتقال ۱۷۹۲ء میں ہو گیا تھا۔ [11] مہان سنگھ کے بعد اس کا بیٹا رنجیت سنگھ اپنی مثل کا سردار بن گیا۔ رنجیت سنگھ ۱۳ نومبر ۱۷۸۰ء کو گجرانوالہ میں پیدا ہوا۔ [12] اس کے والدین نے اس کی تعلیم پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ لہٰذا رنجیت سنگھ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا۔ لیکن رنجیت سنگھ نے گھوڑ سواری، تیر اندازی اور جنگ کے ہنر بچپن میں ہی سیکھ لیے تھے۔ بچپن میں چیچک کی بیماری کی وجہ سے اس کی ایک آنکھ سے ضائع ہو گئی تھی۔ [13]

رنجیت سنگھ کو اپنی مثل کی باگ دوڑ سنبھالتے وقت بہت سے مخالفین کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس نے ان تمام کو پیچھے چھوڑ دیا کیونکہ رنجیت سنگھ سیاست کے میدان کا شاطر کھلاڑی تھا۔ پنجاب کو اس وقت تین اہم خدمات یا ذمہ داریوں کی ضرورت تھی جو کہ اس نے پوری کیں۔ پہلا کام یہ کہ پنجاب میں اندرونی حالات کو قابو میں رکھے کیونکہ پنجاب کا اس وقت اندرونی نظام بالکل ابتر ہو گیا تھا۔ دوسرا کام یہ تھا کہ بیرونی حملہ آوروں کو روک سکیں۔ کیونکہ ان حملوں سے جو کہ نادر شاہ افشار سے شروع ہو گئے تھے اور احمد شاہ ابدالی کے نواسوں تک جاری تھے۔اس سلسلے نے پنجاب کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا تھا۔ تیسرا کام یہ کہ کوئی اچھا سا اقتصادی نظام شروع کر دیں۔ کیونکہ پنجاب زرخیزی اور قدرتی ذرائع سے مالا مال تھا۔ [14]

رنجیت سنگھ ان کاموں کے لیے موزوں شخص تھا۔ رنجیت سنگھ کو اس وقت افغان حکمرانوں کی طرف سے اور اپنی سکھ مثلوں کی طرف سے بھی خطرہ تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ان تمام کو قابو میں کر لیا۔ رنجیت سنگھ نے لاہور کا اہم شہر ۷ جولائی ۱۷۹۹ء کو فتح کیا۔ لاہور کا شہر اس وقت چیت سنگھ (Chat Singh)، صاحب سنگھ (Sahib Singh) اور موہر سنگھ (Mohar Singh) کے قبضے میں تھا۔ [15]

لاہور کی فتح سے رنجیت سنگھ کے سیاسی وقار، رعب اور دبدبے میں اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ لاہور پنجاب کا تاریخی دارالخلافہ تھا۔ اور اس کی فتح سے بھنگی مثل کی طاقت بھی ختم ہو گئی۔اس وجہ سے رنجیت سنگھ کے مخالفین میں اضافہ ہونے لگا۔ رنجیت سنگھ نے اپریل ۱۸۰۱ء میں اپنے لیئے مہاراجہ آف پنجاب کا لقب اختیار کیا ۔اس موقع پر اسے شاہی آداب کے ساتھ سلامی پیش کی گئی اور پنجاب کا باقاعدہ حکمران شمار ہونے لگا۔ [16]

لیکن یہ لقب اختیار کرنااوراس کو صحیح معنوں میں استعمال کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ کیونکہ پنجاب میں اس وقت کوئی ایک سیاسی وحدت نہ تھی۔ کچھ لوگ آزاد اور کچھ لوگ دوسرے سرداروں کے زیر اثر زندگی گزار رہے تھے۔ رنجیت سنگھ کے مخالفین میں ایسٹ انڈیا کمپنی، پشاور اور کابل کی پختون حکومتیں اور دوسرے مضبوط سکھ مثلیں شامل تھیں۔ آہستہ آہستہ رنجیت سنگھ نے ان تمام مخالفین کو قابو میں کر لیا۔ لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کو قابو میں کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ کمپنی میں بہت دور اندیش آفیسرز موجود تھے۔ ان دنوں یورپ بھی نپولین بوناپارٹ کی وجہ سے حالت جنگ میں تھا۔ لہٰذا اس جنگ کی گرمی برطانوی ہندوستان میں بھی محسوس کی جارہی تھی۔ کیوں کہ یورپ میں ایک کے بعد ایک ملک نپولین کے قبضے میں آتا جارہا تھا۔ لہذا ہندوستان میں سمندری راستے تو برطانوی نیوی کے قبضے میں ہی تھے۔ لیکن خشکی کا راستہ ایران افغانستان اور پنجاب سے ہوتا ہوا برطانوی ہند تک حملے کا ایک ذریعہ بن سکتا تھا۔ تو لہذا پنجاب کو مضبوط اور اس کے راستوں کو محفوظ کرانے کے لیے برطانوی ہند اور رنجیت سنگھ میں ایک معاہدہ ضروری ہو گیا۔[17] بہت گفت وشنید کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ دونوں حکومتیں ایک دوسرے کی قریبی دوست ہوں گے اور برطانوی ہند کا دریائے ستلج کے شمال مغرب کی طرف کے علاقہ جات کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہو گا۔ اور اس کے علاوہ چند اور شرائط بھی تھیں۔ اس معاہدے کو معاہدہ امرتسر ۱۸۰۹ء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[18]

اس معاہدے کو سامنے رکھتے ہوئے ایک محقق یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس معاہدے میں رنجیت سنگھ کی سیاسی شکست تھی۔ کیونکہ اس کی خواہش تھی کہ تمام سکھوں کو لاہور دربار کے زیر اثر لایا جائے۔ اور سکھوں کا ایک متحدہ محاذ قایم کیا جائے۔ لیکن اس معاہدے میں اس نے ستلج پار کے علاقے ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیے اور مجبوراً رنجیت سنگھ پشاور کے علاقوں کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن رنجیت سنگھ بھی سیاست کے میدان میں کسی سے کم نہیں تھا۔ اسکو اندازہ تھا کہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا معاہدے پر ہی اکتفا کر کیا۔ اس کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی افغانستان اور موجودہ خیبر پختونخوا میں سکھوں کی دخل اندازی چاہ رہی تھی، تاکہ بعد میں پنجاب کے یہ علاقے ایسٹ انڈیا کمپنی آسانی کے ساتھ لاہور دربار سے لے کر اپنے انتظام میں لے سکے۔ کیونکہ اس سکھ —پختون اور افغانستان دشمنی میں ایک کو شکست ضرور ہونا تھی اور فتح پانے والا فریق بھی اتنی مضبوط پوزیشن میں نہیں ہو گا جیسے اب نظر آرہا تھا۔ اس صورت میں کمپنی

آسانی کے ساتھ اس کو شکست دے سکے گی۔ سکھوں اور انگریزوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کے بارے میں ایک مصنف لکھتا ہے کہ:

> The treaty of Amritsar is a landmark in the history of Ranjeet Singh. In the first instance, it placed a definite check on his ambitions. It deprived him one of the most cherished objects of his life, i.e. the ideal of being the sole ruler of all the Sikhs in the west and the east of the Satluj. It was humiliating for the Maharaja and henceforth he was forced to be the ruler of only a portion of the Sikhs and not of all the Sikhs.[19]

رنجیت سنگھ کے سیاسی رجحانات معاہدہ امرتسر کے بعد بدل گئے۔ اور اس نے پختونوں کے علاقوں کی طرف توجہ دینا شروع کر دی۔ مگر چونکہ انگریز سرکار ایک تیر سے دو پرندوں (سکھ اور افغان) کا شکار کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ کشمیر، اٹک، پشاور، ٹانک، بنوں اور دوسرے پختون علاقوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ علاقے اس وقت افغانستان کے قبضہ میں تھے اور افغانستان اس وقت سیاسی ابتری کا شکار تھا۔[20]

رنجیت سنگھ نے سرداران پشاور اور افغانستان کے مابین خانہ جنگی کے خراب حالات کا خوب فائدہ اٹھایا۔ اور اس نے اٹک کو اپنے کنٹرول میں لے کر اکتوبر ۱۸۱۸ء میں دریائے سندھ کو پار کر کے پشاور کی طرف پیش قدمی کی تو خیر آباد کے مقام پر فیروز خان خٹک نے مدافعت کی۔ لیکن ناکام ہو گیا۔ اس طرح اس نے ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان کی طرح پشاور کو بھی زیر کر لیا۔[21]

رنجیت سنگھ کی سپاہ نے پشاور کو قبضہ کرنے کے بعد یہاں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ رنجیت سنگھ پشاور کی فتح کے بعد واپس لاہور چلا گیا۔ سابق گورنر دوست محمد خان نے ایک بار پھر سکھ دربار کی حمایت سے پشاور کا تخت سنبھال لیا۔ اور یہاں سکھ گورنر کا انتظام نہ ہو سکا۔ دوست محمد خان نے رنجیت سنگھ کو پشاور کا خراج دینے کا بھی معاہدہ کر لیا۔ اس طرح پشاور کا گورنر لاہور کے سکھ دربار کا باج گزار بنا۔ اس کے بعد دوست محمد خان نے اپنے بھائی یار محمد خان کو پشاور کا گورنر مقرر کیا۔ لہٰذا اب پشاور سے یار محمد خان نے لاہور دربار کو نذرانہ بھیجنا شروع کر دیا۔[22]

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد رنجیت سنگھ کو معلوم ہوا کہ حاکم کابل اور یار محمد اور دوست محمد کا بڑا بھائی عظیم خان اپنے بھائی یار محمد خان کی اس بزدلی پر اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے۔ اور وہ خود رنجیت سنگھ کے مقابلے کے لئے تیاری بھی کر رہا ہے۔ ادھر رنجیت سنگھ بھی تیار ہو کر اس جنگ کے لئے روانہ ہو گیا۔ ان تمام واقعات کو پختون سردار دیکھ اور سمجھ رہے تھے۔ مگر وہ نہ عظیم خان کی مدد کر سکتے تھے اور نہ سکھوں سے مقابلے کی تاب رکھتے تھے۔ ادھر عظیم خان نے اپنے بھائی جہانداد خان کو موجودہ پختونخوا کے علاقوں میں جہاد کے نام پر بھیجا کیونکہ عظیم خان اپنی فوج کو بچانا چاہتا تھا مگر حالات ایسے تھے کہ ان کے بھائی سرداران پشاور ان کے ساتھ وفادار نہیں تھے۔ اور انہوں نے مقامی پختون قبائل بالخصوص یوسفزئی کو جہاد کے لیے پکارا۔ ان دگرگوں حالات کی عکاسی پشتو کے مویزی نامی شاعر نے بہت خوبصورت طریقے سے کی ہے۔

پشتو۔ قاصد د باچا راغ یوسف زئي ولوٸیردہ
پہ نیت د غزا الا رشہ پہ نوخار ورژیدہ

اردو۔ بادشاہ کا قاصد آیا اور یوسفزئیوں میں کھلبلی مچ گئی
جہاد کے لئے نوشہرہ گئے وہاں کہرام مچ گیا

پشتو۔ قاصد د باچا راغ رالیږلیعظیم خان وَہ
داولاي جرگہ کڑل ملایان او ملکان

اردو۔ بادشاہ کا قاصد آیا جس کو عظیم خان نے بھیجا تھا
پہلے ملاؤں اور ملکوں کے ساتھ صلاح مشورہ کیا

پشتو۔ دارو گولی پہ مادی در کوم بہ خرچ تاوان
الفاظ ئ خوگ شکر و وپہ ہر چائ لگے دہ

اردو۔ گولا بارود میرے ذمے خرچ اخراجات بھی میں دوں گا
باتیں بہت میٹھی تھیں ہر ایک کو اچھی لگیں

پشتو۔ الفاظ ئ خوگ شکر و وپری ٔراضی یوسف نامہ شوہ
راتلل بہ ځائ تر ځایہ نہ ئ خوب نہ ئ دمہ شوہ

اردو۔ باتیں بہت اچھی تھی تمام یوسفزئی راضی ہوگئے

جگہ جگہ سے آنے لگے راستے میں نہ سوئے نہ ستائے

پشتو۔ خپل کور پہ ہر چا اور شو پیدا اسے علامہ شوہ

توکل دعاء او کڑہ سیلا بونہ بھیدۂ۔

اردو۔ حالات کچھ ایسے ہوگئے کہ ہر شخص کے لئے اپنا ہی گھر تنور ہو گیا

دعا کے بعد اللہ پر توکل کر کے آدمیوں کے سیلاب چل پڑے [23]

عظیم خان کے اس پیغام کے بعد پختون بہت بڑے پیمانے پر اکٹھے ہونا شروع ہوگئے۔ کیونکہ پختونوں میں جذبہ جہاد اب بھی بہت زیادہ موجود تھا۔ اور وہ چاہ رہے تھے کہ ان کا علاقہ کسی غیر کے قبضے میں نہ چلا جائے۔ لہٰذا وہ سید اکبر شاہ آف ستھانہ کی سربراہی میں جمع ہوگئے۔ سید اکبر شاہ جو کہ سید علی ترمذی المعروف پیر بابا آف بونیر کے نواسے تھے۔ اور پختونوں میں اپنے مظبوط اعصاب کے لئے اور جذبہ جہاد کے لئے بہت مشہور تھے۔ آپ کی سربراہی میں تقریباً بیس ہزار مقامی پختون جمع ہوگئے۔ جس میں اکثریت یوسفزئی اور خٹک قبیلے کی تھی۔ آپ نے اپنے غازیوں کو ترکئی کے پہاڑوں پر صف آرا کر دیا۔ عظیم خان کی فوج بھی کابل سے پشاور پہنچ چکی تھی۔ عظیم خان کی فوج دریائے کابل کے دائیں جانب جبکہ سید اکبر شاہ کی زیر کمان مقامی مجاہدین عظیم خان کے مخالف سمت میں دریائے کابل کی دوسری جانب تھی۔ دونوں کے درمیان دریا حائل تھا۔ [24]

رنجیت سنگھ نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کی کمان اکالی پھولا سنگھ اور اس کے ہمراہ فتح سنگھ اہلوالیہ کو دے دی۔ اس کو دریا کے پار سید اکبر شاہ کے پختون غازیوں سے مقابلہ کے لیے بھیج دیا۔ اور دوسرے حصے کی کمان کیلیے اپنے ساتھ ہری سنگھ نلوا، جنرل الارڈ اور جنرل ونتورا (Ventura) کو ذمہ داریاں سونپ دیں۔ جو کہ عظیم خان کے ساتھ بڑی فوج کا مقابلہ کرنے کیلیے آگے تھے۔ یہ جنگ پیر سباق کے مقام پر ۱۴ مارچ ۱۸۲۳ء میں ہوئی۔ جب دریا کے پار یوسفزئی اور خٹک کے لشکر سے جو سید اکبر شاہ کی کمان میں تھے سکھوں کی جنگ شروع ہوئی تو پختون غازیوں نے بڑی بہادری سے جنگ لڑی۔ اور سکھ فوج کو بھاگنے پر مجبور

کر دیا۔ اس موقع پر یوسفزئی نوجوانوں نے بے مثال بہادری کا ثبوت دیا اور سکھ فوج بھاگنے لگی۔ رنجیت سنگھ نے اپنے فوج کو کہا کہ لاہور بہت دور ہے اور بھاگنے سے لڑنا بہتر ہے۔ تو سکھ فوج میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا۔[25]

اس دوران دریا کے دوسری طرف سے رنجیت سنگھ نے اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے توپوں سے گولہ باری شروع کرادی۔ اس نے اپنی توپوں سے بہت زیادہ تباہی مچادی۔ لیکن مجاہدین نڈر ہو کر ڈٹے رہے۔ ادھر رنجیت سنگھ جو کہ سیاست اور جنگ کا ایک شاطر کھلاڑی تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عظیم خان تو صرف تماشائی بنا ہوا ہے۔ اور وہ نہ تو غازیوں کی امداد کے لئے دریا پار کر رہا ہے اور نہ ہی اس نے سکھوں کے توپ خانے پر حملہ کی کوشش کی ہے۔ جو دریا کے اس کنارے سے غازیوں پر گولہ باری کر رہے تھے جس کنارے پر خود عظیم خان موجود تھا۔ باوجود اس کے کہ غازیوں کا بہت بھاری نقصان ہو رہا تھا وہ پھر بھی سخت مقابلہ کر رہے تھے۔ تاہم رنجیت سنگھ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ دریا کو پار کر دو اور سید اکبر شاہ کے لشکر سے لڑو۔ کیونکہ عظیم خان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لہٰذا دوسرے حصے کی فوج نے بھی دریا عبور کر لیا اور اس مختصر لشکر سے یکجا ہو کر لڑے۔ اس طرح مجاہدین کے ہاتھوں لگی ہوئی فتح کو ان سے چھین لیا گیا۔ اور ادھر سے عظیم خان صرف خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھتا رہا۔ اور یوں یہ جنگ سکھوں نے اپنے نام کر لی۔ اگرچہ اس پہلی جنگ میں اس کا کمانڈر اکالی پھولا سنگھ بھی مارا گیا اور مجاہدین کی طرف سے بھی کافی جانی نقصان ہوا۔ اگلے دن پختون پھر سید اکبر شاہ کی سربراہی میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ لیکن عظیم خان راتوں رات چپ چاپ اپنی فوج کو لے کر یہاں سے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد مجاہدین بھی اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے گئے۔ اور رنجیت سنگھ نے پشاور پر اپنا قبضہ مضبوطی سے جمالیا۔[26]

عظیم خان کی اس حرکت سے غازیوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اور سکھوں نے جنگ جیت لی۔ رنجیت سنگھ نے یار محمد خان کے ذریعے عین لڑائی کے وقت عظیم خان کو پیغام بھیجا کہ سکھ آپ کے حرم اور خزانے پر جو کہ مچنی میں محفوظ چھوڑ کر آئے ہو وہاں حملہ کرنے والے ہیں۔ اس کا سنتے ہی وہ یہاں سے بھاگ نکلا۔[27]

پختون شاعر مویزی یوسفزئی نوجوانوں کی شجاعت کے بارے میں کہتا ہے

پشتو۔ صفت دیوسفزو کوم چہ قتل ئی کړو خان

پہ مخکی ئی تمام شو پیر ملاء او صاحبزادگان

اردو۔ تعریف تو میں یوسفزئیوں کی کرتا ہوں جنہوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا

جس کے سامنے پیر ملاء اور صاحبزادے سب ختم ہو گئے

پشتو۔ پہ دوزخ کہ بہ کفار وی پہ جنت کہ مومنان

ھر بیعت د مویزی لکہ مرجان بیعہ کیدۂ

اردو۔ دوزخ میں کفار جائیں گے اور جنت میں مومنین

مویزی کا ہر شعر درو مرجان کی قیمت پر بکنے لگا۔[28]

عظیم خان کی اس حرکت کا کوئی بھی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا اور وہ واپسی پر راستے میں ہی وفات پا گیا۔

عظیم خان تو مر گیا لیکن اپنے پیچھے محققین کے لئے بہت سے سوالات جواب طلب چھوڑ گیا۔ کہ اگر اس نے جنگ نہیں لڑنی تھی تو پھر اس نے جہاد کے نام سے کیوں پختونوں کو دعوت دی۔ دعوت دینا اور پھر ساتھ نہ دینا پختون ولی کے منافی ہے۔ یہ بھی ایک بات کہی جارہی ہے کہ دریائے کابل میں پانی زیادہ تھا اور وہ اس کو عبور نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اس بات کو بھی مان لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اُس سکھ فوج کے خلاف جنگ کیوں نہیں لڑی جو کے دریا کے دائیں طرف اِس کے اَپنے سامنے موجود تھے اور جن کے ذمہ یہ کام تھا کہ عظیم خان کو روک کر رکھا جائے تاکہ دونوں لشکر یکجانہ ہو سکیں۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو جنگ میں سب سے زیادہ نقصان رنجیت سنگھ کی فوج کے توپ خانے نے کیا تھا۔ عظیم خان نے نہ تو دریا کو پار کیا اور نہ ہی اپنی طرف کے دریا کنارے موجود سکھوں کے خلاف لڑا۔ اس جنگ کے بعد پشاور کا تمام علاقہ سکھوں کے قبضے میں آ گیا۔ جنگ پیر سباق میں وادی پشاور کا علاقہ غیروں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اس کے بعد انگریز سکھ معاہدہ کی وجہ سے ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پشاور کو اپنے کنڑول میں لے لیا۔ اور یوں یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ اور آخر کار یہ علاقے تاج برطانیہ سے آزاد ہو گئے۔ جنگ نوشہرہ کے دو نتیجے بہت خراب نکلے ایک تو یہ کہ دریائے سندھ کے مغرب میں پختونون کا سارا علاقہ سکھوں کے قبضے میں آ گیا۔ اور سکھوں کے دلوں پختونوں کا جو رعب اور خوف وہراس نکل گیا۔ دوسرا یہ کہ اب پشاور کا علاقہ بھی سکھوں کے خراج میں شامل ہو گیا۔[29]

الیگزینڈر برنیز (Alexander Burnes) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ !

When we passed to the more celebrated field of Noushera, to which our attention had been directed by Ranjeet Singh himself. He here encountered the Afghans for the last time; but their Chief, Azeem Khan, was separated from the greater part of his army by the river Cabool. The Sikhs defeated the division on the opposite side. Azeem Khan of Cabool fled without encountering the successful army, which had partly crossed the river to oppose him. It is believed, that he feared the capture of his treasure, which would have fallen into Ranjeet's power if he had advanced.[30]

اور یوں رنجیت سنگھ نے افغانستان کا سرمائی دارالخلافہ کو (پشاور) ان سے چھین لیا۔ سرداران پشاور کی غداری سے یہ جنگ پختونوں نے ہارلی۔

حوالہ جات

---

[1] K.S. Narang, *History of the Punjab 1500-1858.* (Delhi: UC Kapoor Printing Press, 1969) 7.

[2] *Ibid.* 8.

[3] Patwant Singh, *The Sikhs.* (London: Rupa & Co., 1999) 17.

[4] Sikh Missionary Center, *Sikh Religion* (Michigan: Sikh Missionary Center, 1990), 65.See also بہادر شاہ ظفر، پختانہ دتاریخ پہ رنڑاکے (پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی ۲۰۰۷) ۴۸۲۔

[5] George Batley Scott, *Religion and Short History of the Sikhs 1469-1930* (London: The Mitre Press, 1930), 20-21.

[6] ایضاً۔

[7] Muhammad Akbar, *Punjab under Mughals Raj* (Lahore: Vanguard, 1985), 189-90.

[8] Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs. Vol-IV* (New Delhi: Munshiram Manuharlal, 2008) 24.

[9] *Ibid.*, 25.

[10] Khuswant Singh, *Ranjit Singh: Maharaja of the Punjab.* (New Delhi: Orient Longman, 1962) 22.

[11] *Ibid.*

[12] بعض لکھاریوں جیسے Lepel Griffin اور G.S. Chabra نے ۲ نومبر لکھا ہے۔

[13] K.S. Narang, *op.cit.*, 292.

[14] Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs.* Vol-V (New Delhi: Munshiram Manuharlal, 2008) 16.

[15] Sohan Singh Seetal, *The Sikh Empire and Maharaja Ranjit Singh.* (Ludhiana: Lahore Books, 1971) 31.

[16] Ikram Ali Malik, *The History of Punjab 1799-1947.* (Delhi: Neeraj Publishing House, 1970) 9.

[17] Khuswant Singh, *op.cit.*, 73-74.

[18] Ibid.

[19] K.S. Narang, *op.cit.*, 303.

[20] Narendra Krishna Sinha, *Ranjit Singh.* (Calcutta: A.R. Mukherjee & Co., 1933) 41.

[21] محمد شفیع صابر،تاریخ صوبہ سرحد،،(پشاور:یونیورسٹی بک ایجنسی،۱۹۸۶)۴۱۸۔

[22] ایضاً۔

[23] قاضی عطااللہ خان،،پختنوتاریخ،،(پشاور:یونیورسٹی بک ایجنسی،۲۰۰۴)۲۲۴۔

[24] سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل،۴۸۶۔

[25] قاضی عطااللہ خان،۲۲۳۔۲۲۴۔

[26] سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل،۴۸۶۔

[27] ایضاً

[28] قاضی عطااللہ خان،۲۲۴۔

[29] Arshad Muhammad, *Sikh Occupation of the North West Frontier of India 1799-1849*[unpublished M.Phil. Thesis] (Islamabad: Department of History Quaid-e-Azam University Islamabad, 2017), 85-89.

[30] Alxander Burnes, *Travels into Bokhara.* Vol. I, (London: John Murrayet, 1834) 85.